علامہ ڈاکٹر سر

محمد اقبال

اور

احمدیت

از

مولانا حافظ شیر محمد (مبلغِ اسلام)

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام بمبئی

۱۷۔ مولانا آزاد روڈ جیکب سرکل بمبئی نمبر ۱۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

شاعرِ مشرق علامہ

ڈاکٹر سر محمد اقبالؒ

اور

احمدیت

دنیائے اسلام میں ڈاکٹر سر محمدؐ اقبال کو جو بلند مقام حاصل ہے وہ کسی سے مخفی نہیں۔ آپ نے اسلام اور بانیٔ اسلام سے جس محبت اور اہل البیت کا اظہار کیا ہے اسے ہر مسلمان جانتا ہے۔ آپ کے عشقِ اسلام اور عظمت کے محرکات کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ آپ کی تعلیمی زندگی کے اٹھارہ بیس سال کے شب و روز کا جائزہ لیا جائے۔

انیسویں صدی کا آخری رُبع ——— مسلمانانِ ہند کے اضطراب اور بے بسی سے عبارت تھا۔ مسلمانوں کا سنجیدہ طبقہ اسلام اور اہلِ اسلام کی زبوں حالی سے بے چین و بے قرار تھا۔ ایک طرف حکومتِ وقت مسلمانوں سے بدگمان تھی تو دوسری طرف پادری اور آریہ پنڈت اسلام کے خلاف ہرزہ سَرا تھے۔

علماءِ اسلام، صُوفیاء، رؤسا اور عوام جہالت اور بے بسی کی وجہ سے منتشر و زیر پر تھے۔ شمالی ہند میں پنجاب پر برطانوی قبضہ کے ابتدا سے ہی ڈاکٹر صاحب کا وطنِ مالوف سیالکوٹ پادریوں کا مضبوط گڑھ بنا ہوا تھا اور خود ڈاکٹر محمدؐ اقبال صاحب نے مشنری اسکول اور کالج میں تعلیم پائی تھی۔ اِن دنوں دو شخص اسلام کی طرف سے پادریوں اور غیر مسلموں سے نبرد آزما تھے۔ ان میں سر سید احمد خاں مرحوم کی زیادہ تر توجہ مسلمانوں کو جدید تعلیم کے حصول پر آمادہ کرنے اور اُن کی اخلاقی پستی کو دور کرنے پر مرکوز تھی دوسرے حضرت مرزا غلام احمد قادیانی رحمۃ اللہ علیہ تھے جنھوں نے نہ صرف اپنی تحریر و تقریر کے ذریعہ اسلام کی خوبیاں پیش کیں اور عیسائیوں اور آریوں کے اسلام پر اعتراضات کا جواب دیا بلکہ مسلمانوں کے ایک کثیر گروہ کو اسلام کی مدافعت کے لئے تیار کر کے شمالی ہند بالخصوص پنجاب میں پھیلا دیا تاکہ وہ غیر مسلموں کے اعتراضات کا منہ توڑ جواب دے سکیں۔ آپ نے ایک طرف تائید دین میں کتابیں لکھیں تو دوسری طرف

صوبہ بھر میں گھوم کر اسلام کی صداقت پر تقاریر کیں اور نثر و نظم میں بیش بہا لٹریچر پھیلا دیا۔ سیالکوٹ جہاں عیسائیت کی تبلیغ کا گڑھ تھا وہیں حضرت مرزا صاحب کی تحریک کا بھی خاص زور تھا۔ ڈاکٹر محمد اقبال اس سے متاثر ہوئے بغیر کیسے رہ سکتے تھے۔ بالخصوص شہر سیالکوٹ میں آپ کا محلہ اسلامی تحریک کا گڑھ تھا

ڈاکٹر اقبال کے استاد کی حضرت مرزا صاحب کے متعلق تاثرات

اقبالیات کا ہر طالب علم جانتا ہے کہ آپ کی ذہنی تربیت میں آپ کے استاد شمس العلماء سید میر حسن صاحب مرحوم کا گہرا اثر تھا۔ جیسا کہ ڈاکٹر صاحب خود لکھتے ہیں۔

وہ شمعِ بارگہِ خاندانِ مرتضوی ۔۔۔ رہے گا مثلِ حرم جس کا آستاں مجھ کو
نفس سے جس کے کھلی میری آرزو کی کلی ۔۔۔ بنایا جس کی مروت نے نکتہ داں مجھ کو

سید میر حسن صاحب مرحوم اقبال کے اہل محلہ اور استاد ہی نہ تھے بلکہ سیالکوٹ میں اگر وہ ایک طرف سرسید کی تحریک کے روحِ رواں تھے تو دوسری طرف حضرت مرزا صاحب کے مداحوں میں سے تھے۔ یہی وہ محلہ تھا جہاں حضرت مرزا صاحب نے جوانی کے پاکیزہ ایام گذارے تھے اور اپنی نیکی، حمیت دینی اور اخلاق حسنہ کے قلوب پر گہرے نقوش چھوڑے تھے چنانچہ سید میر حسن صاحب حضرت مرزا صاحب کے متعلق اپنے تاثرات الفاظ ذیل میں بیان کرتے ہیں :-

"حضرت مرزا صاحب ۱۸۶۴ء میں بتقریب ملازمت شہر سیالکوٹ میں تشریف لائے اور قیام فرمایا۔"

"چونکہ آپ عزلت پسند اور پارسا اور فضول اور لغو سے مُجتَنِب اور مُحتَرِز تھے۔ اس واسطے عام لوگوں کی ملاقات جو اکثر تضیع اوقات کا باعث ہوتی ہے۔ آپ پسند نہیں فرماتے تھے۔" (مجدد اعظم جلد اول صفحہ ۴۲) (۱)

ب :- "افسوس ہم نے اُن کی قدر نہ کی۔ اُن کے کمالاتِ روحانی کو بیان نہیں کر سکتا۔ اُن کی زندگی معمولی انسانوں کی زندگی نہ تھی بلکہ وہ ان لوگوں میں سے تھے جو خدا تعالیٰ کے خاص بندے ہوتے ہیں اور دنیا میں کبھی کبھی آتے ہیں" (مجدد اعظم جلد دوم صفحہ ۱۲۳۶)

---

(۱) عبد المجید سالک، ذکر اقبال صفحہ ۲۷۵

احمدیت کے ساتھ ابتدائی تعلق حضرت مرزا صاحب کے زمانہ میں

۱:- ڈاکٹر علامہ سر محمد اقبال کے والد محترم شیخ نور محمد صاحب حضرت مرزا صاحبؑ کے حلقۂ عقیدت میں شامل ہو چکے تھے۔

۲:- آپ کے برادر اکبر محترم شیخ عطا محمد صاحب نے حضرت مرزا صاحبؑ کی باقاعدہ بیعت کر لی ہوئی تھی۔ حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب لکھتے ہیں۔

۳:- ۱۸۹۲ء میں حضرت مرزا صاحبؑ سیالکوٹ تشریف لائے اور حکیم حسام الدین صاحب کے مکان پر قیام فرمایا۔ آپ نے حکیم حسام الدین والی مسجد میں ظہر کی نماز کے بعد تقریر کی تو ڈاکٹر سر محمد اقبال مشہور شاعر اُس زمانہ میں میرے ہم جماعت تھے۔ یہ مسجد کی ڈیوڑھی کی چھت پر چڑھے بیٹھے تھے مجھے دیکھ کر کہنے لگے "دیکھو شمع پر کس طرح پروانے گر رہے ہیں"۔ اِن دنوں انہیں حضرتِ اقدس سے بہت ارادت تھی چنانچہ شہر سیالکوٹ کے ایک شاعر نے جو "جلوہ" تخلص کرتا تھا جب ایک نظم حضرتِ اقدس کی ہجو میں لکھی تو ڈاکٹر اقبال نے اس کا جواب نظم ہی میں لکھا۔ اور اس میں حضرتِ اقدس کی بڑی تعریف کی۔" (مجدد اعظم جلد اول صفحہ ۳۳۲)

۴:- انہی دنوں سعد اللہ لدھیانوی نے حضرت مرزا صاحبؑ کے خلاف ایک دشنام آمیز نظم لکھی تو ڈاکٹر محمد اقبال کی غیرت نے گوارا نہ کیا اور اس کے جواب میں ایک طویل نظم بعنوان "جیسا منہ ویسی چپیڑ" لکھی جس کے چند اشعار ہدیۂ ناظرین ہیں۔

واہ سعدی دیکھ لی گندہ دہانی آپ کی ... خوب ہو گی مہتروں میں قدر دانی آپ کی

آفتابِ صدق کی گرمی سے گھبرا ؤ نہیں ... حضرتِ شیطاں کریں گے سائبانی آپ کی

بات رہ جاتی ہے دنیا میں نہیں رہتا ہے وقت ... آپ کو نادم کرے گی بد زبانی آپ کی

قوم عیسائی کے بھائی بن گئے پگڑی بدل ... واہ کیا اسلام پر ہے مہربانی آپ کی

(راقم شیخ محمد اقبال ایف اے اسکاچ مشن اسکول سیالکوٹ۔ آئینۂ حق نما صفحہ ۱۰۴)

۵:- ڈاکٹر صاحب کی عقیدت میں اضافہ ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ ۱۸۹۷ء میں آپ نے حضرت مرزا

صاحب کی بیعت باقاعدہ کرلی جس کی شہادت منیر ٹریبونل کے سامنے ۱۹۵۳ء میں مولوی غلام محی الدین خاں قصوری سابق جنرل سکریٹری انجمن حمایت اسلام لاہور نے بدیں الفاظ دی۔

"سر محمد اقبال صاحب نے بھی پانچ سال بعد ۱۸۹۷ء میں حضرت مسیح موعود کی بیعت کرلی تھی"

(روزنامہ نوائے وقت پاکستان ۱۵ نومبر ۱۹۵۳ء)

۶:۔ علامہ ڈاکٹر محمد اقبال صاحب نے ۱۹۰۰ء میں ایک مضمون بزبان انگریزی مشہور صوفی بزرگ عبد الکریم جیلیؒ کے متعلق شائع کیا اور ان کی کتاب "الانسان الکامل" سے نظریۂ توحید پیش کرتے ہوئے مسلمانوں کی فلاسفی میں وسعت و عمق کو ظاہر کیا اور صوفی صاحب موصوف کی قابلیت کا ذکر کرتے ہوئے لکھا۔

"یہ فی الفور واضح ہو جائے گا کہ مصنف نے Hegel کی جدلیات کے بنیادی پہلو کو کس طرح نمایاں طور پر اس سے بہت پہلے ہی بیان کردیا اور کس طرح اُس نے [illegible] کے نظریہ پر زور دیا ہے اور یہ نظریہ ایسا ہے جو دقیق نگاہ اسلامی مفکرین کو ہمیشہ مرغوب رہا ہے۔ حال ہی میں اسی نظریہ کو دوبارہ پیش کرنے والے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ہیں جو اغلباً موجودہ ہندی مسلمانوں میں سب سے زیادہ گہری نظر رکھنے والے دینی عالم ہیں۔"

(رسالہ انڈین انٹی کویری" جلد ۲۹ ستمبر ۱۹۰۰ء صفحہ ۲۳۹ ۔ یہ مضمون صفحہ ۲۳۷ سے صفحہ ۲۴۶ تک ہے)

۷:۔ ۱۹۰۴ء میں حضرت مرزا صاحبؒ سیالکوٹ تشریف لائے تو ڈاکٹر سر محمدؒ اقبال صاحب نے جناب سر میاں فضل حسین صاحب کی معیت میں آپ سے ملاقات کی۔ بعد ازاں حضرت مولانا محمد علیؒ امیر جماعت احمدیہ لاہور کے سامنے شہادت دی کہ حضرت مرزا صاحب اپنے نہ ماننے والوں کو ہرگز کافر نہیں کہتے تھے جیسا کہ علامہ ڈاکٹر محمدؒ اقبال نے فرمایا۔

الف:۔ بانی تحریک احمدیت سے گفتگو کے دوران میں میاں سر فضل حسین صاحب نے سوال کیا کہ آپ ان لوگوں کو جو آپ پر ایمان نہیں لاتے کافر سمجھتے ہیں۔ تو مرزا صاحب فی الفور بول اٹھے ہرگز نہیں" (سر محمد اقبال کا بیان درباره اہل قادیان از مولانا محمد علی صاحب)

ب:۔ حضرت علامہ مولانا محمد علی صاحب مزید فرماتے ہیں۔

"اب یہ شہادت انھوں نے تحریری طور پر بھی ادا کردی ہے اور عین اس بحث کے ذیل میں ادا کی ہے یعنی ۲۵ جنوری ۱۹۳۶ء کو ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کے نام چٹھی لکھی ہے جس میں تسلیم کیا ہے کہ مرزا صاحب نے یہ لفظ ان کے سامنے فرمائے تھے۔" (اراکین انجمن حمایت اسلام

ے استفسارات اور ان کے جوابات) پیغام صلح ۲؍ فروری ۳۶ء)

حضرت مولانا نورالدینؓ کا زمانہ

اس کے بعد ڈاکٹر صاحب مزید تعلیم کے لیے یورپ چلے گئے۔ جب واپس لوٹے تو حضرت مرزا صاحب کا انتقال ہو چکا تھا اور حکیم الامت حضرت مولانا نورالدینؓ کی قیادت میں قادیان ٹھیٹھ اسلامی سیرت کا مرکز بن چکا تھا۔

۸:۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنے بڑے بیٹے آفتاب اقبال کو تعلیم دلانے کے لیے "تعلیم الاسلام ہائی اسکول قادیان میں داخل کرایا۔

۹:۔ حضرت مولانا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ ہی کا زمانہ تھا جب علامہ سر محمد اقبال علی گڑھ میں ۱۹۱۱ء میں لیکچر دیتے ہیں جس میں جماعت احمدیہ کو دنیا میں اس طرح روشناس کراتے ہیں۔

۔ جماعت مسلمین کا زندہ رکن بننے کے لیے انسان کو مذہب اسلام پر بلا شرط ایمان لانے کے علاوہ اسلامی تہذیب کے رنگ میں اپنے تئیں پوری طرح رنگنا چاہیے "صبغۃ اللہ" کے اس خم میں غوطہ لگانے کا مدعا یہ ہے کہ مسلمان دو رنگی چھوڑ کر یک رنگ ہو جائیں۔ ان کا ذہنی منظر ایک ہو۔ وہ مظاہر آفرینش پر ایک خاص پہلو سے نظر ڈالیں۔ اشیاء کی ماہیت اور قدر و قیمت کو اس انداز خاص کے ساتھ جانچیں جو جماعت اسلامی اور دوسری جماعتوں کا مابہ الامتیاز ہے..... ہندوستان میں جب ہم اسلامی جماعت کے ارتقا کی تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں تیمور اسلوب اول کا مظہر نظر آتا ہے۔ بابر اسالیب اول و دوم کے امتزاج کو ظاہر کرتا ہے۔ جہانگیر اسلوب ثانی کے سانچے میں خصوصیت کے ساتھ ڈھلا ہوا ہے اور عالمگیر جس کی زندگی اور کارنامے میری دانست میں ہندوستان کی اسلامی قومیت کی نشو و نما کا نقطۂ آغاز ہیں اسلوب ثالث کا چہرہ کشا ہے ..... میری رائے میں قومی سیرت کا وہ اسلوب جس کا سایہ عالمگیر کی ذات نے ڈالا ہے ٹھیٹھ اسلامی سیرت کا نمونہ ہے اور ہماری تعلیم کا مقصد یہ ہونا چاہیے کہ اس نمونہ کو ترقی دی جائے اور مسلمان ہر وقت اسے پیش نظر رکھیں..... پنجاب میں اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ اس جماعت کی شکل میں ظاہر ہوا ہے جسے فرقہ قادیانی کہتے ہیں۔ ("ملت بیضا پر ایک عمرانی نظر"

تقریر بمقام اسٹریچی ہال۔ ایم۔ اے۔ او کالج علی گڑھ ۔ آئینہ ادب ۔ انارکلی ۔ لاہور پاکستان
۱۹۷۰ء صفحہ ۸۰ تا ۸۲

اِن خیالات کا اظہار جناب ڈاکٹر سر محمد اقبال نے اُس وقت کیا جب حضرت مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو وفات پائے دو اڑھائی سال گذر چکے تھے اور حضرتِ اقدس کا جو بھی دعویٰ تھا وہ جناب ڈاکٹر صاحب کے سامنے تھا۔ اِس دعویٰ میں تو اب حضرت مرزا صاحب کوئی ردو بدل نہیں کر سکتے تھے۔ ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء کے بعد حضرت مرزا صاحب نے دوبارہ زندہ ہو کر کوئی نیا دعویٰ تو کیا نہیں جو جناب ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب کو اپنی یہ رائے بدلنی پڑی۔ اگر ۱۹۱۱ء تک حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ کے زمانہ میں جماعتِ احمدیہ میں کوئی نئی نبوت یا تکفیر المسلمین کا چرچا ہوتا تو علامہ صاحب علی گڑھ والوں کو اپنے لیکچر میں یہ مشورہ ہرگز نہ دیتے کہ "اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ دیکھنا ہو تو قادیان میں ملے گا"۔ یہ کوئی معمولی بات نہ تھی اِس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال خود اس نمونہ سے شدت سے متاثر تھے اور علاوہ ازیں ڈاکٹر صاحب کے اس بیان پر علی گڑھ میں بھی کوئی اضطراب نہیں ہوا بلکہ تمام حاضرین جلسہ نے آپ کے اِس بیان کو بڑی دلچسپی اور اطمینان سے سنا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں مسلمانوں میں بالعموم تحریک احمدیت کو نہایت قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ اگر کوئی مسلمان لیڈر آج کل اس قسم کی رائے کا اظہار کرے تو معلوم نہیں کہ اس کے ساتھ کتنا بُرا سلوک کیا جائے۔ لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ کے زمانہ میں جماعتِ احمدیہ کی مخالفت پورے طور پر ختم ہو چکی تھی۔ اور قبولیتِ عامہ کا شاندار دور روز افزوں ترقی پر تھا۔

مخالفت کا پہلا دَور

اس قبولیت عامہ میں پہلی رخنہ اس وقت پیدا ہوئی جب مرزا محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان نے اپریل ۱۹۱۱ء میں ایک مضمون بعنوان "مسلمان وہ ہے جو سب ماموروں کو مانے" شائع کیا جناب میاں صاحب نے اس مضمون میں بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے قطعی ارشادات اور جماعتِ احمدیہ کے متفقہ مسلک کے خلاف دنیائے جہان کے مسلمانوں کو جو مامور زمانہ اور مجدد صد چہار دہم کی

بیعت میں داخل نہیں تھے کافر قرار دیدیا اس بیان پر جماعتِ احمدیہ اور عامۃ المسلمین میں کچھ اضطراب نمودار ہوا لیکن جلد ہی حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کے اشتہار "غیر احمدی مسلمانوں کے متعلق میرا مذہب" مطبوعہ ۱۸ راگست ۱۹۱۱ء نے جو حضرت حکیم الامت مولانا نورالدین کے اس ارشاد سے مزین تھا شائع ہوا کہ "مجھے پسند ہے شائع کردیں" اور ساتھ ہی حضرت مولانا نورالدین صاحب نے یہ بھی کہہ دیا کہ "مسئلہ کفر و اسلام کو ہمارے میاں نے بھی نہیں سمجھا" اِن اُمور نے بہت سی غلط فہمیوں کا ازالہ کردیا اسی لئے تو ابھی تک ڈاکٹر سر محمد اقبال کا جماعتِ احمدیہ کے ساتھ قطعاً کوئی اختلاف نہ تھا بلکہ ہر قسم کے شرعی مسائل کے متعلق کچھ دریافت کرنا ہوتا تو بھی قادیان میں حکیم الامت حضرت مولانا نورالدین صاحب کی طرف ہی رجوع کرتے۔ مثال کے طور پر صرف ایک واقعہ ہی پر اکتفا کرتا ہوں جس کا ذکر مولانا عبدالمجید صاحب سالک نے اپنی کتاب میں کیا ہے۔

۱۰:۔ آخر علامہ اس بیگم کو لانے کے لئے تیار ہو گئے مگر انہیں شبہ تھا کہ وہ چونکہ طلاق دینے کا ارادہ کر چکے تھے اس لئے مبادا شرعاً طلاق ہی ہو چکی ہو۔ انھوں نے مرزا جلال الدین کو مولوی حکیم نورالدین صاحب کے پاس قادیان بھیجا کہ مسئلہ پوچھ آؤ۔ مولوی صاحب نے کہا کہ شرعاً طلاق نہیں ہوئی لیکن آپ کے دل میں اگر کوئی شبہ اور وسوسہ ہو تو دوبارہ نکاح کر لیجئے چنانچہ ایک مولوی صاحب کو طلب کر کے علامہ کا نکاح اس خاتون سے دوبارہ پڑھوایا گیا۔ اور علامہ اس کو ساتھ لیکر سیالکوٹ چلے گئے یہ ۱۹۱۳ء کا واقعہ ہے (ذکر اقبال)

روئداد جلسہ مسلمانان لاہور۔ برقبول اسلام لارڈ ہیڈلے بالقابہ

بموجب اعلان مشتہرہ مورخہ ۲۳ رنومبر ۱۹۱۳ء کو بوقت ۲½ بجے مسلمانانِ لاہور کا ایک جلسہ احمدیہ بلڈنگس لاہور میں منعقد ہوا۔ وقتِ مقررہ سے پہلے ہی برادرانِ اسلام جوق در جوق آنے شروع ہو گئے اور کاروائی جلسہ شروع ہونے تک مسجد احمدیہ اور اس کا ملحقہ پنڈال حاضرین کی کثرت سے بھر گیا۔ علاوہ ہر طبقہ کے مسلمانوں کے دیگر مذاہب کے پیرو بھی خاصی تعداد میں موجود تھے جناب خان صاحب شیخ خیرالدین صاحب بنشنڈ ڈسٹرکٹ ٹریفک سپرنٹنڈنٹ محکمہ ریلوے جو قومی کاموں میں ہمیشہ دلچسپی لیا کرتے تھے صدر جلسہ منتخب ہوئے۔ سب سے اول جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے تلاوتِ قرآن مجید فرمائی جس کے بعد صوفی غلام محمد صاحب نے نہایت

خوش الحانی سے حضرت مسیح موعود مرزا غلام احمد صاحب کی نعتیہ نظمیں پڑھیں بعد ازاں جناب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب نے نہایت جوش صداقت سے بھری ہوئی تقریر قریباً ایک گھنٹہ تک فرمائی۔

آپ کے بعد جناب ڈاکٹر شیخ محمد اقبال صاحب نے جن کا دل قومی درد سے بھرا ہوا تھا ایک نہایت پُر مغز اور معنی خیز تقریر اشاعتِ اسلام پر فرمائی۔ آپ نے بیان فرمایا کہ

"اسلام پر تلوار کے ذریعے اشاعت کا الزام بالکل بے بنیاد ثابت ہوتا ہے جب ہم دنیا کی تاریخ پر نظر ڈالیں۔ مثال کے طور پر آپ نے ہندوستان کو لیا اور فرمایا کہ تاریخ سے ثابت ہے کہ بنگال میں مسلمانوں کی مستقل اور دیرپا حکومت کبھی قائم نہیں رہی۔ مگر وہاں مسلمانوں کی آبادی بہ نسبت دیگر صوبہ جات زیادہ ہے۔ اسی طرح ریاستہائے بلقان میں اسلام ایک مسلمان قیدی کے ذریعے پہلے عیسائی قیدیوں میں پھیلا پھر دیگر ملک کے حصوں میں۔ اسی طرح جاوا میں اسلام اس وقت پھیلا جب کہ ایشیا میں مسلمانوں کا پولیٹیکل زوال زور پر تھا۔ پھر موجودہ حالت کے بارے میں بیان کیا کہ "اس وقت مسلمانوں کا پولیٹیکل زوال پورا ہوگیا ہے مگر ترقی اسلام کا یہ حال ہے کہ جزیرہ مڈغاسکر میں پادریوں نے ایک کانفرنس کرکے یہ ریزولیوشن پاس کیا کہ چونکہ اس جزیرہ میں اسلام کی روز افزوں ترقی گورنمنٹ فرانس کے لیے خطرناک ہے اس لیے گورنمنٹ کو اسلام کی ترقی روکنے کے لیے تدابیر اختیار کرنی چاہئیں۔ یہی حال افریقہ میں ہو رہا ہے جہاں اسلام بڑے زور سے پھیل رہا ہے حالانکہ مسلمانوں کا پولیٹیکل اقتدار ان ممالک میں خاک برابر بھی نہیں بلکہ صرف انفرادی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ مسلمانوں کے زوال کا بڑا باعث اشاعتِ اسلام کے کام میں غفلت ہے اور شکر ہے کہ اس مرض کو جس شخص نے سب سے اول پہچانا وہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب ہیں جنہوں نے ہر قسم کے دنیاوی مفاد قربان کرکے یہ عظیم الشان کام اپنے ذمہ لیا اس لیے ہمارا فرض ہے کہ ہم ان کی دامے درمے ہر قسم کی امداد میں پہلو تہی نہ کریں اور اس نیک کام میں احمدیت و غیر احمدیت کے سوال کو نہ آنے دیں کیونکہ ہمارا خدا۔ ہمارا رسول ہماری کتاب ایک ہی ہے"

غرض آپ کی تقریر ہر پہلو سے قابل داد تھی اور اول سے آخر تک ہمدردئ اسلام سے رنگی ہوئی تھی بعد ازاں مندرجہ ذیل ریزولیوشن اتفاق رائے سے پاس ہوئے۔ ...

ریزولیوشن ۱ جس کے محرک جناب ڈاکٹر شیخ محمد اقبال تھے۔

مسلمانانِ لاہور کی طرف سے جناب رائٹ آنریبل لارڈ ہیڈلے صاحب بالقابہ کی خدمت میں ان کے مشرف بہ اسلام ہونے پر جناب خواجہ کمال الدین صاحب مقیم مسجد ووکنگ انگلینڈ کی معرفت مبارکباد کا تار دیا جاوے۔ جناب شیخ رحمت اللہ صاحب پروپرائٹر انگلش ویرہوس لاہور اور جناب شیخ عبدالغنی صاحب ایم اے پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور کی تائید اور سب حاضرین کی اتفاق رائے سے یہ ریزولیوشن منظور ہوا۔

۳ نواب محمد سلیم خاں صاحب رئیس ٹیری ڈپٹی نے مفصلہ ذیل ریزولیوشن پیش کیا "یہ جلسہ خیال کرتا ہے کہ جناب خواجہ کمال الدین صاحب کے اسلامی مشن کے لئے تمام مسلمانان ہندوستان میں چندہ کی تحریک کی جائے اور چندہ وصول کرنے کے لئے ایک ٹرسٹ یعنی مجلس امینان بنائی جائے جن کے ممبر احمدی و دیگر مسلمان اصحاب سے ہوں اور یہ روپیہ جناب خواجہ صاحب کی معرفت خرچ ہو" مرزا یعقوب بیگ صاحب اور عبدالمجید صاحب ایم اے کی تائید اور جملہ حاضرین کی اتفاق رائے سے پاس ہوا

۴ جناب صدر جلسہ کی تجویز اور حاضرین کی اتفاق رائے سے مفصلہ ذیل اصحاب اس ٹرسٹ یعنی مجلس امینان کے اتفاق رائے حاضرین سے ممبر تجویز ہوئے۔

(۱) جناب ڈاکٹر شیخ محمد اقبال صاحب ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ ڈی۔ بیرسٹر ایٹ لا۔

(۲) جناب خان بہادر مرزا سلطان احمد خاں صاحب ای اے سی ممبر کونسل آف ریجنسی بہاولپور

(۳) جناب شیخ رحمت اللہ صاحب پروپرائٹر انگلش ویرہاؤس لاہور۔

(۴) جناب نواب محمد سلیم خاں صاحب رئیس ٹیری علاقہ سرحد

(۵) جناب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب ایل ایم ایس لاہور

(۶) جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب ایل۔ ایم۔ ایس لاہور

(۷) جناب میاں چراغ الدین صاحب رئیس گورنمنٹ پنشنر لاہور

اس مجلس کے جائنٹ سکریٹریاں جناب شیخ رحمت اللہ صاحب و ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب قرار دئے جائیں۔ جلسہ کے خاتمہ پر دعا کی گئی۔

(ہفت روزہ پیغام صلح لاہور ۲۵ نومبر ۱۹۱۳ء)

ضروری یاد داشت و شکریہ ۔ گذشتہ شب جو ٹرسٹ یعنی مجلس امینان کا جلسہ بصدارت شیخ محمد اقبال بیرسٹرایٹ لا ہوا ۔ اس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ چندہ دہندگان کو ٹرسٹ کی طرف سے باضابطہ چھپی ہوئی رسیدات چندہ کی وصولی پر فوراً جاری کر دی جایئں گی اور مفصل فہرست چندہ دہندگان کی ماہ بماہ اخبار پیغام صلح و زمیندار میں شائع ہوا کرے گی اور مختصر اعداد و شمار دیگر اخبارات میں بھی شائع کئے جایا کریں گے ۔ (ہفت روزہ اخبار پیغام صلح ۴ دسمبر ۱۹۱۳ء سد ۴)

رپورٹ بلاد غربیہ اشاعت اسلام ٹرسٹ

یہ ٹرسٹ ۲۳ نومبر ۱۹۱۳ء کو جناب خواجہ کمال الدین (مسلم مشنری) کے انگلستان میں اشاعتِ اسلام کے مشن کی اعانت کے لئے احمدیہ بلڈنگ لاہور میں جناب لارڈ ہیڈلے بالقابہ کے مشرف بہ اسلام ہونے کی تقریب کے عظیم الشان جلسہ کے موقعہ پر بعض احباب کی تحریک سے قائم ہوا ۔ اور اصحاب ذیل اس ٹرسٹ کے اراکین تجویز ہوئے ۔

۱ :۔ جناب ڈاکٹر شیخ محمد اقبال صاحب ایم ۔ اے پی ۔ ایچ ڈی بیرسٹرایٹ لا لاہور

۲ :۔ خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب ای اے سی ممبر کونسل ریجنسی بہاولپور

۳ :۔ جناب شیخ رحمت اللہ صاحب پروپرائٹر انگلش ویر ہاؤس لاہور ۔

۴ :۔ جناب نواب محمد سلیم خاں صاحب رئیس ٹیری علاقہ سرحد

۵ :۔ جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب ایل ۔ ایم ۔ ایس اسسٹنٹ سرجن لاہور

۶ :۔ جناب میاں چراغ الدین صاحب گورنمنٹ پنشنر لاہور

۷ :۔ جناب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب ایل ۔ ایم ۔ ایس ۔ اسسٹنٹ سرجن لاہور

اور بعد میں

۸ :۔ جناب مولوی محمد علی صاحب ایم ۔ اے ایل ۔ ایل بی اڈیٹر ریویو آف ریلجنز قادیان

۹ :۔ جناب مولوی غلام محی الدین صاحب بی اے ایل ایل بی وکیل قصوری نامزد کئے گئے

ممبران ٹرسٹ میں سے سکریٹری شیخ رحمت اللہ اور سید محمد حسین شاہ صاحب نے پنجاب کے مختلف مقامات میں دورہ کر کے چندہ جمع کیا ۔ ۔ ۔ محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے سالانہ جلسہ منعقدہ

مقام آگرہ کے موقعہ پر جناب مولانا ابوالکلام صاحب آزاد کی تحریک سے خواجہ کمال الدین صاحب نے اس اشاعتِ اسلام کے مشن کے لئے ایک بہت بڑا اجلاس منعقد ہوا جس میں مختلف تقاریر ہوئیں اور جملہ احباب جلسہ نے اس تحریک میں گہری دلچسپی لی اور بزرگان ذیل مزید ممبران ٹرسٹ قرار پائے۔

۱:۔ مولانا ابوالکلام صاحب آزاد۔

۲:۔ مولانا مولوی عبدالقادر صاحب آزاد سبحانی

۳:۔ جناب آنریبل خواجہ غلام الثقلین صاحب

۴:۔ جناب آنریبل صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب

۵:۔ جناب مولوی علی احمد صاحب ایم اے الہ آباد

۶:۔ جناب قاضی کبیرالدین احمد صاحب لکھنؤ

۷:۔ جناب مسٹر شوکت علی صاحب بی اے علیگ

۸:۔ نواب عمادالملک سید حسن علی بلگرامی صاحب

۹:۔ جناب سید مظہر الحق صاحب بیرسٹرایٹ لا

۱۰:۔ حاذق الملک جناب حکیم محمد اجمل خاں صاحب

اِس کے علاوہ بزرگان ذیل اتفاق رائے کے ساتھ مربیان ٹرسٹ قرار پائے۔

۱:۔ حضرت مولانا حکیم حاجی حافظ مولوی نورالدین صاحب

۲:۔ مولانا مولوی شبلی صاحب نعمانی

۳:۔ جناب وقارالملک حاجی مولوی مشتاق حسین صاحب بہادر

...... ۴ ار مئی ۱۹۱۴ء کو اشاعتِ اسلام ٹرسٹ (بلادِ غربیہ) کا جلسہ بصدارت ڈاکٹر شیخ محمد اقبال صاحب ایم اے بیرسٹرایٹ لا منعقد ہوا جس میں حضرات ذیل حاضر تھے۔

۱:۔ جناب حضرت مولانا محمد علی صاحب ایم اے

۲:۔ جناب ڈاکٹر شیخ محمد اقبال صاحب ایم اے پی۔ ایچ ڈی

۳:۔ شیخ رحمت اللہ صاحب

۴:۔ ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب

۵:۔ مولوی غلام محی الدین صاحب قصوری

۶:۔ خاکسار سکریٹری

(رپورٹ از اخبار پیغام صلح ۵ رجولائی ۱۹۱۴ء)

قادیان میں غالیانہ عقائد کا اختراع، ڈاکٹر اقبال کی بیزاری کی ابتدا

ایسی اعلیٰ درجہ کی اتفاق اور اتحاد کی فضا میں تبلیغ اسلام کا کام جاری تھا کہ حکیم الامت حضرت

مولانا نورالدین صاحب کا انتقال ہوگیا اور میاں محمود احمد صاحب جواب تک حضرت مولانا نورالدین صاحب کی وجہ سے دبے ہوئے تھے ان کی وفات کے بعد اب انھوں نے اپنے غالیانہ معتقدات کی باقاعدہ نشر و اشاعت شروع کردی اور باقاعدہ کھلم کھلا اعلان کیا کہ حضرت مرزا صاحب "فی الواقع نبی ہیں" اور "جو شخص آپ کو نہ مانے وہ کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے" اس اعلان کے بعد تمام سوئے ہوئے فتنے پھر جاگ اٹھے اور روز افزوں کو بولیشہ کے برعکس فزوں سے فزوں تر منافرت کی طوفان خیز لہریں ابھرنے لگیں۔ وہی لوگ جو جماعتِ احمدیہ کے علم کلام اور اشاعتِ اسلام کی تعریف میں رطب اللسان تھے اب جماعت کے معتقدات اور اس کے عزائم کو شبہ کی نظر سے دیکھنے لگے اور ڈاکٹر سر محمد اقبال نے بھی جنھیں تھوڑا عرصہ قبل جماعتِ احمدیہ میں "اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ نظر آتا تھا اب انھیں محتاط الفاظ میں یہ اعلان کرنا پڑا کہ "جو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی ایسے نبی کے آنے کا قائل ہو جس کا انکار مستلزم کفر ہو وہ خارج از دائرۂ اسلام ہے۔ اگر قادیانی جماعت کا بھی یہی عقیدہ ہے تو وہ بھی دائرۂ اسلام سے خارج ہے" (الفضل ۱۱ اپریل سنہ ۱۹۱۶ء)

یہ بیان اس لئے محتاط الفاظ میں دیا کہ ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب جانتے تھے کہ حضرت مرزا صاحب نے نہ نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور نہ ہی اپنے نہ ماننے والوں کو کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج قرار دیا ہے اس لئے انھوں نے یہ الفاظ مشروط طور پر لکھے۔ اس بیان میں علامہ صاحب نے حضرت مرزا صاحب اور جماعتِ احمدیہ لاہور کو کلی طور پر مستثنیٰ قرار دیا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ حضرت مرزا صاحب اور جماعت احمدیہ لاہور کے ایسے عقائد نہیں ہیں۔ غرض حکیم الامت حضرت مولانا نورالدینؒ صاحب کی وفات کے بعد مسئلہ تکفیر المسلمین کی وجہ سے جماعتِ احمدیہ سنہ ۱۹۱۴ء میں دو حصوں میں بٹ گئی اور اختلاف ہو جانے پر مولانا ابوالکلام آزاد نے اس وقت کتنی پتے کی بات لکھی تھی۔

"ایک عرصہ سے اس جماعت میں مسئلہ تکفیر کی بنا پر دو جماعتیں پیدا ہو گئی تھیں۔ ایک گروہ کا یہ اعتقاد تھا کہ غیر احمدی مسلمان ہیں گو وہ مرزا صاحب کے دعووں پر ایمان نہ لائیں لیکن دوسرا گروہ صاف صاف کہتا تھا کہ جو لوگ مرزا صاحب پر ایمان نہ لائیں وہ قطعی کافر ہیں۔ انا للہ

وانا الیہ راجعون۔ آخری جماعت کے رئیس صاحبزادہ بشیر الدین محمود احمد ہیں۔ اس گروہ نے انہیں اب خلیفہ قرار دیا ہے مگر پہلا گروہ تسلیم نہیں کرتا۔ مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے نے اس بارے میں جو تحریر شائع کی ہے اور جس عجیب و غریب جرأت اور دلاوری کے ساتھ قادیان میں رہ کر اظہار رائے کیا ہے جہاں ۔۔۔۔ پہلے گروہ کے رؤسا ہیں وہ فی الحقیقت ایک ایسا واقعہ ہے جو ہمیشہ اس سال کا ایک یادگار واقعہ سمجھا جائے گا (الہلال ۲۰ مارچ ۱۹۱۴ء)

اقبال کے جماعت احمدیہ لاہور سے دوستانہ تعلقات کا جاری رہنا

غرض قادیانی جماعت سے بیزاری کے باوجود ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب نے جماعتِ احمدیہ لاہور کے بزرگوں سے اپنے دوستانہ تعلقات تادمِ واپسیں قائم رکھے اور ایک دوسرے کے یہاں آمد و رفت بھی باقاعدہ جاری رہی۔

۱۲:۔ ڈاکٹر محمد حسین صاحب لاہور کے مشہور معالج تھے۔ وطن شکر گڑھ تھا اور اقبال کے دوست تھے۔ بڑے مخیر تھے اور ہزاروں روپیہ تبلیغ اسلام پر (جماعتِ احمدیہ لاہور کو) دیئے۔ سالمی سینی ٹوریم انھوں نے بنایا تھا پھر اسے حکومت کے حوالے کر دیا۔ ڈاکٹر محمد حسین شاہ صاحب جب کبھی اقبال سے ملنے آتے تو اقبال اٹھ کر استقبال کرتے اور جاتے وقت بھی اسی طرح رخصت کرتے۔ اس سے اخلاص و محبت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔" (مکاتیب اقبال بنام گرامی صاحب ص ۱۵۹)

۱۳:۔ جب حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب مسمیٰ "دی ریلیجن آف اسلام" لکھی تو علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب نے اس پر ریویو لکھا۔

"نہایت مفید کتاب ہے اور مذہب اسلام کا مطالعہ کرنے والوں کے لئے ازبس ضروری ہے۔" (مجاہد کبیر ص ۱۷۱)

۱۴:۔ کانگریس نے سائمن کمیشن کو بائیکاٹ کرنے کا فیصلہ کیا اور عذر یہ پیش کیا کہ کمیشن میں کوئی ہندوستانی ممبر شامل نہیں کیا گیا اس کا جواب یہ ملا کہ ہندوستانیوں میں فرقہ وارانہ اختلافات اس قدر زیادہ ہیں کہ ان کے نمائندوں کا کمیشن میں شامل کرنا محال ہے۔ اس موقعہ پر نواب ذوالفقار علی خاں، ڈاکٹر سر محمد اقبال اور مولانا محمد علی امیر جماعت احمدیہ لاہور نے ایک مشترکہ بیان شائع کیا جس میں لکھا کہ

"رائل کمیشن میں ہندوستانی ممبروں کے مقرر نہ کرنے سے جو وجوہ لارڈ برکن ہیڈ نے بیان کئے ہیں۔ فرقہ وارانہ اختلافات ہم کو مجبور کرتے ہیں کہ ہم ان وجوہ کو بادل ناخواستہ قبول کر لیں۔ ہندو مسلمانوں کے مشترکہ پرزور مطالبے سے پہلے فرقہ وارانہ اختلافات کا تصفیہ ہونا ضروری ہے۔ ہم اپنے ہم وطنوں اور مسلمانوں کو خبردار کرتے ہیں کہ کمیشن کو بائیکاٹ کرنے سے مسلمان تباہ ہو جائیں گے"

(پیسہ اخبار ۱۰ر دسمبر ۱۹۲۷ء۔ ذکر اقبال صفحہ ۱۳۷)

لارڈ ہیڈلے کی آمد لاہور میں، لاہوری احمدی جلسہ سالانہ کی صدارت اور ڈاکٹر اقبال کی تقریر

۲۸ر دسمبر ۱۹۲۷ء کی کارروائی۔ جلسہ سالانہ کا انتظام حسب دستور سابق مسجد احمدیہ بلڈنگس ہی میں کیا گیا تھا۔ لیکن آج چونکہ لارڈ ہیڈلے کو ایڈریس دیا جانا تھا جس کا جواب سننے کے لئے اس قدر کثرت سے لوگوں کے آنے کی امید تھی کہ جلسہ کا پنڈال ناکافی تھا اس لئے یہ مناسب سمجھا گیا کہ آج کی کارروائی اسلامیہ کالج کے گراؤنڈ میں ہو۔ ... قریباً ساڑھے تین بجے لارڈ ممدوح تشریف فرما ہوئے اور اللہ اکبر کے فلک شگاف نعروں میں ڈائس کے اوپر رونق افروز ہوئے ان کے بیٹھتے ہی حضرت امیر جناب مولانا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ نے ایک مختصر تقریر میں تجویز صدارت پیش کرتے ہوئے فرمایا۔ ... حضرت امیر ایدہ اللہ کے بعد سر میاں محمد شفیع تائید کے لئے کھڑے ہوئے انھوں نے فرمایا ... سر میاں محمد شفیع کے بعد مولوی ظفر علی خاں صاحب کھڑے ہوئے انھوں نے فرمایا۔ ... پھر خواجہ کمال الدین صاحب نے فرمایا۔ ... خواجہ صاحب کے بعد ڈاکٹر شیخ سر محمد اقبال کھڑے ہوئے۔ انھوں نے فرمایا "کہ کچھ عرصہ ہوا میں نے یورپ کے متعلق لکھا تھا ۔ مکدر کرد یورپ چشمہ ہائے علم و عرفاں را ۔ یعنی یورپ نے چشمہ ہائے علم و عرفان کو گدلا کر دیا ہے۔ خیر کہتے ہیں۔ شاعری جزویست از پیغمبری۔ کیا عجب ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے دوست خواجہ صاحب اور ان کے ہم خیالوں کی کوششوں سے یورپ ان چشموں کو اسلام کے ذریعے سے پھر صاف اور پاکیزہ بنا دے۔ اب کم از کم وقت آگیا ہے کہ یورپ یہ محسوس کرنے لگا ہے کہ اس کی نجات اسلام اور صرف اسلام ہی میں ہے۔ وہ تحریک جو ۱۹۱۲ء میں شروع ہوئی اور

جس کی وجہ سے یورپ نے نام نہاد تہذیب میں بہت سی ترقیاں حاصل کیں۔ آج اس کی غیر موزونیت کو خود اہل یورپ نے ثابت کر دیا ہے۔ مغربی تہذیب کی بنیادیں متزلزل ہو چکی ہیں۔ گذشتہ دو صدیوں میں وہ دنیا میں قیام امن کے لئے کوشاں رہا ہے لیکن اسے سخت ناکامی کا سامنا ہوا ہے اس کی سلامتی کا انحصار اب محض اسلام پر ہے اور ہماری یہ خوش قسمتی ہے کہ آج ہم برٹش نوبلٹی کے ایک فرد کو اپنے اندر دیکھتے ہیں۔ ایک طرف برٹش نوبلٹی کا فرد ہے دوسری طرف (خواجہ صاحب کی طرف اشارہ کرکے) ہم میں سے ایک غریب آدمی ہے۔"

آپ نے فرمایا کہ "مسلمانوں کو اپنے دشمنوں کے مقابل میں جو چاروں طرف سے حملہ آور ہو رہے ہیں اکٹھے ہو جانا چاہئے۔ ہمارے اپنے ملک میں ایک طرف ہندو ہمارے دشمن ہیں جو اس بات پر تلے ہوئے ہیں کہ مسلمانوں کو ہندوستان سے نیست و نابود کر دیا جائے اور کہ مسلمانوں کو بحیثیت مسلمان ہندوستان میں رہنے کا کوئی حق نہیں۔ بیوقوف ہیں جو ایسا سمجھتے ہیں ان کو دھوکا لگا ہوا ہے۔ اسلام کو کبھی ہندوستان سے خارج نہیں کیا جا سکتا۔ وہ صدیوں تک ہندوستان پر حکمران رہا ہے اور ہندوستانیوں کے قلوب پر اس کی حکومت ہمیشہ قائم رہے گی۔" آپ نے فرمایا کہ "اس کے علاوہ ایک اندرونی خطرہ بھی اس وقت مسلمانوں کو درپیش ہے ایک گروہ ہم میں سے پیدا ہوا ہے جو کہتا ہے کہ مسلمانوں کی کوئی جداگانہ ہستی ہندوستان میں نہیں ہے۔ ایسے لوگ اپنے ہاتھ سے اسلام کو تباہ کر رہے ہیں۔ اسلام کی اس ملک میں جداگانہ ہستی ہے۔ اسلام ارادہ کر چکا ہے کہ اُس کی جداگانہ ہستی اس ملک میں رہے گی۔ اسلام کبھی مغلوب نہ ہوگا۔ اسلام غالب ہو کر رہے گا۔" (کسی نے اس پر اعتراض کیا کہ کیا انگریزوں کی غلامی میں رہ کر غالب ہو کر رہے گا۔ اس کے جواب میں سر اقبال نے کہا) "آپ کو معلوم نہیں آج تاتاریوں کی مثال زندہ ہو رہی ہے۔ وہی قوم جس کے ہم محکوم ہیں خود مسلمان ہو جائے گی جس کا ایک زندہ ثبوت لارڈ ہیڈلے ہم میں موجود ہیں۔ اسلام کی قوتیں محدود نہیں ہیں۔ ایک وقت تلوار کا تھا۔ آج قلم کا زمانہ ہے دنیا یا اندر سے بھی گھستا ہے اور باہر سے بھی اور ہر طرح سے اپنے آپ کو منوا کر رہتا ہے۔

(اخبار پیغام صلح ۴ر جنوری ۱۹۲۸ء)

میں لاہوری احمدیوں کو غیرت مند مسلمان جانتا ہوں

اقبال کا مطبوعہ خط

۱۶۔ ۱۹۳۲ء میں چوہدری محمد احسن صاحب نے علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب کو خط لکھا اور خط لکھنے کی وجہ یہ ہوئی کہ اُن کے بڑے بھائی حافظ محمد حسن صاحب چیمہ کا تعلق جماعتِ احمدیہ لاہور سے ہے انھوں نے اپنے چھوٹے بھائی کو بھی اس جماعت میں شمولیت کی دعوت دی۔ اور سلسلہ کا تبلیغی لٹریچر بہم پہنچایا جس کے مطالعہ کے بعد مکتوب الیہ نے ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب سے بعض دینی مسائل کا حل چاہا اور اس جماعت کے متعلق علامہ صاحب کی رائے دریافت فرمائی اس کے جواب میں علامہ صاحب انھیں خط لکھتے ہیں۔

"لاہور، ۲ر اپریل ۱۹۳۲ء جناب من السلام علیکم"

"میں آپ کے بھائی صاحب سے بخوبی واقف ہوں وہ نہایت نیک نفس آدمی ہیں۔ ہاں یہ ٹھیک ہے کہ آپ کو کسی عالم سے یہ سوالات کرنے چاہئیں جو آپ نے مجھ سے کئے ہیں۔ میں زیادہ سے زیادہ آپ کو صرف اپنا عقیدہ بتا سکتا ہوں اور بس۔ میرے نزدیک مہدی، مسیحیت اور مجددیت کے متعلق جو احادیث ہیں وہ ایرانی اور عجمی تخیلات کا نتیجہ ہیں۔ عربی تخیلات اور قرآن کی صحیح سپرٹ سے ان کو کوئی سروکار نہیں۔ ..... باقی رہی تحریک احمدیت۔ سو میرے نزدیک لاہور کی جماعت میں بہت سے ایسے افراد ہیں جن کو میں غیرت مند مسلمان جانتا ہوں اور ان کی اشاعتِ اسلام کی مساعی میں ان کا ہمدرد ہوں۔ کسی جماعت میں شریک ہونا یا نہ ہونا انسان کی ذاتی افتادِ طبع پر بہت کچھ انحصار رکھتا ہے۔ تحریک میں شامل ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ آپ کو خود کرنا چاہیئے ..... ہاں اشاعتِ اسلام کا جوش جو ان کی جماعت کے اکثر افراد میں پایا جاتا ہے قابل قدر ہے" (مکتوب نمبر ۸۰ بنام چوہدری محمد احسن ..... مکاتیب اقبال حصہ دوم صفحہ ۲۳۰ تا صفحہ ۲۳۲ مرتبہ شیخ عطاء اللہ، ناشر محمد اشرف لاہور ۱۹۵۱ء)

ڈاکٹر اقبال کی زندگی کا آخری دور، آپ نے صرف اہل قادیان کی مخالفت کی

یکم مارچ ۱۹۳۳ء مطابق ۴ ذیقعدہ ۱۳۵۱ھ بروز بدھوار بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور۔ ایک متمول ہندو لالہ ہری کشن لال گابا کے بیرسٹر فرزند کنہیا لال گابا نے اسلام قبول کیا حضرت امیر نے اس نومسلم کا نام خالد لطیف گابا رکھا۔ قبولِ اسلام کی اس مبارک مجلس میں لاہور کے بہت سے عمائدین شریک ہوئے ان میں سے ڈاکٹر سر محمد اقبال۔ علامہ عبداللہ یوسف علی۔ نواب آف ممدوٹ۔ ملک فیروز خاں نون اور مولانا سید ممتاز علی قابل ذکر ہیں" (پیغام صلح)

۱۸:۔ علامہ صاحب بیمار تھے تو حضرت مولانا محمد علی صاحب ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے تو اس وقت علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب نے ان کے سامنے جو شہادت دی وہ حسب ذیل ہے۔

"میں سر محمد اقبال کو اس واقعہ کا حوالہ دوں گا جو انھوں نے خود مجھ سے بیان کیا جب میں اکتوبر ۱۹۳۴ء میں ان کی عیادت کے لئے گیا۔ آپ نے فرمایا کہ بانی سلسلہ تحریک احمدیت سیالکوٹ میں تھے میاں فضل حسین صاحب ان دنوں سیالکوٹ میں وکالت کرتے تھے ایک دن میاں صاحب مرزا صاحب کی ملاقات کے لئے جا رہے تھے جب میں نے ان سے معلوم کیا کہ وہ مرزا صاحب کی طرف جارہے ہیں تو میں بھی ساتھ چل پڑا بانی تحریک احمدیت سے گفتگو کے دوران میں میاں سر فضل حسین صاحب نے سوال کیا کہ آپ ان لوگوں کو جو آپ پر ایمان نہیں لاتے کافر سمجھتے ہیں تو مرزا صاحب فوراً بول اٹھے ہرگز نہیں۔" (سر محمد اقبال کا بیان دربارہ اہل قادیان از مولانا محمد علی صاحب) اسی طرح حضرت مولانا محمد علی صاحب کی دوسری شہادت ہے۔

"ایک مرتبہ ایک بہت بڑے شخص یعنی ڈاکٹر سر محمد اقبال نے کہا کہ حضرت محمد رسول اللہ کے ساتھ عشق کرنے والے بہت لوگ نظر آتے ہیں لیکن قرآن کے ساتھ عشق کرنے والے صرف مرزا غلام احمد صاحب ہیں۔" (خطبہ ۱۰ مئی پیغام صلح ۱۹۳۵ء)

۱۹:۔ مولانا محمد یعقوب خاں صاحب ایڈیٹر "لائٹ" کے سامنے نیازمندان اقبال کی شہادت۔

"مولانا سید نذیر نیازی صاحب سے میری گفتگو ہوئی۔ دوران گفتگو میں انھوں نے فرمایا کہ انھوں نے علامہ اقبال سے بھی میرے حوالے کا ذکر کیا تھا جس پر علامہ موصوف نے فرمایا کہ بے شک انھوں نے مرزا صاحب

سے اسی طرح سنا کہ وہ اپنے نہ ماننے والوں کو کافر نہیں سمجھتے تھے وہ ہزاروں کے مجمع میں یہ شہادت دینے کو تیار ہیں اس کے علاوہ علامہ نے فرمایا کہ انھوں نے جو بیان اخبارات میں شائع فرمایا وہ موجودہ قادیانی کشمکش کے سلسلے میں تھا جو قادیانی جماعت اور عامۃ المسلمین میں جاری ہے۔ جماعت لاہور کی طرف اس کا روئے سخن نہیں تھا اور نہ ہی مرزا صاحب کے معتقدات پر تبصرہ منظور تھا۔ اس سے قبل ہمارے معزز دوست راجہ حسن اختر صاحب نے بھی مجھ سے یہی فرمایا تھا کہ علامہ اقبال سے انھوں نے گفتگو کی اور علامہ فرمانے لگے کہ ان کے بیان کا جماعت لاہور سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی مرزا صاحب کی شخصیت سے اور ان کے سامنے وہ احمدیت تھی جس کا نقشہ آج کل قادیانیت کی شکل میں دنیا میں پیش ہو رہا ہے"

(بیان مولانا محمد یعقوب خان صاحب ایڈیٹر لائٹ۔ پیغام صلح ۱۹ ارنومبر ۱۹۳۵ء)

ان شہادات کے شائع ہونے کے بعد علامہ ڈاکٹر سر محمدؐ اقبال اڑھائی سال سے زیادہ عرصہ تک زندہ رہے اور انھیں پڑھا لیکن آپ نے اور نہ ہی آپ کے نیازمندوں نے جو ان شہادات کے شائع ہونے کے پچیس تیس سال بعد تک زندہ رہے ان کی تردید فرمائی۔

۲۔ ۱۰ر مارچ ۱۹۳۸ء کی ڈائری میں لکھتے ہوئے سید نذیر نیازی صاحب نے لکھا۔

" علامہ نے فرمایا دعا کے بارے میں سر سید احمد خاں اور مرزا صاحب نے انتہا کر دی ... سر سید کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ دعا سے بجز تسکین قلب اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ دوسری طرف مرزا صاحب تھے جن کا کہنا تھا کہ دعا سے سب کچھ ممکن ہے۔ آپ دعا کرتے جائیے جو چاہتے ہیں ہو جائے گا.... مرزا صاحب نے انتہا کر دی انھوں نے بات بات پر دعا کی اور ان سے بات بات پر دعا کی درخواست ہونے لگی۔ حالانکہ منجملہ دوسری باتوں (مثلاً تبلیغ اسلام، مذاہب غیر سے بحث و مناظرہ اور حقانیتِ اسلام پر اصرار) کے یہ بھی ایک چیز تھی جس نے دلوں کو مرزا صاحب کی طرف کھینچا یوں بھی دعا جزو ایمان ہے۔" (اقبال کے حضور نشستیں اور گفتگوئیں جلد اول صفحہ ۳۶)

اس میں کیا شک ہے کہ امام الزمان حضرت مرزا غلام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے خدا تعالیٰ سے تعلق کا سب سے بڑا ذریعہ دعا کو ہی ٹھہرایا ہے اور آپ کے متبعین کا بھی یہی ایمان و عقیدہ ہے کہ تمام کام دعا ہی سے سرانجام پا سکتے ہیں اس زمانے میں حضرت مرزا صاحب نے جہاں اور بے شمار تجدید دین کے کام کئے ہیں ان میں سے ایک دعا بھی ہے۔ علامہ سر محمد اقبال صاحب نے جو کچھ اس کے متعلق کہا ہے بالکل سچ کہا ہے۔

(۲۱) "جہاں تک میں نے اس تحریک کی منشا کو سمجھا ہے احمدیوں کا یہ اعتقاد کہ مسیح کی موت ایک عام انسان کی موت تھی اور رجعت مسیح گویا ایسے شخص کی آمد ہے جو روحانی حیثیت سے اس کا مشابہ ہو اس خیال سے یہ تحریک معقولی رنگ رکھتی ہے" (اخبار مجاہد ۱۳ر فروری ۱۹۳۵ء. خطبات مدراس)

اقبال کا دینی فکر اور اس پر احمدیت کا نمایاں اثر

۲۲۔ (ا) "مسلمانان ہند کے دل و دماغ پر عجمی تصوف غالب ہے وہ عربیت کے تخیلات کے سمجھنے سے قاصر ہیں۔ میں تو ایک معمولی آدمی ہوں مجھے یقین ہے اگر نبی کریمؐ بھی دوبارہ پیدا ہو کر اس ملک میں اسلام کی تعلیم دیں تو غالباً اس ملک کے لوگ اپنی موجودہ کیفیات اور اثرات کے ہوتے ہوئے حقائق اسلامیہ کو نہ سمجھ سکیں" (مکاتیب اقبال بنام خان نیاز الدین صد ۵۳)

(ب) "میرا عقیدہ ہے کہ نبی کریم زندہ ہیں اور اس زمانے کے لوگ بھی اسی طرح مستفیض ہو سکتے ہیں جس طرح صحابہؓ ہوا کرتے تھے لیکن اس زمانے میں تو اس قسم کے عقائد کا اظہار بھی اکثر دماغوں کو ناگوار ہوگا اس واسطے خاموش رہتا ہوں" (مکاتیب اقبال حصہ دوم صد ۲۱۷ نیاز الدین خاں کے نام)

(ج) "زندگی سے مراد زندگی بجسد عنصری نہیں۔ حضرت صدیقؓ نے قرآن پاک کی آیت پڑھی۔ قد خلت من قبلہ الرسل اور یہ حق ہے" (مکاتیب اقبال بنام خان محمد نیاز الدین خاں مرحوم صد ۱۵۹)

(د) "کاش کہ مولانا نظامی کی دعا اس زمانے میں قبول ہو اور رسول اللہ صلعم پھر تشریف لائیں اور ہندی مسلمانوں پر اپنا دین بے نقاب کر دیں" (مکاتیب اقبال حصہ اول صد ۴۱)

واقعی نہ صرف مولانا نظامی کی بلکہ بے شمار لوگوں کی دعائیں قبول ہوئیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خادم عاشق اور بروز اور فنا فی الرسول آیا اور اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اصلی دین اور اسلام کی تعلیم دنیا والوں کے سامنے بے نقاب کی لیکن دنیا نے اس کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا جو خدا تعالیٰ کی طرف سے آنے والوں کے ساتھ کیا کرتی ہے۔

۲۳:۔ "مذہبی مسائل بالخصوص اسلامی مذہبی مسائل کی فہم کے لئے ایک خاص تربیت کی ضرورت ہوتی ہے افسوس کہ مسلمانوں کی نئی پود اس سے بالکل کوری ہے: جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے تعلیم کا تمام تر غیر دینی ہو جانا اس مصیبت کا باعث ہوا ہے" (مکاتیب اقبال حصہ اول صد ۲۵۹)

۲۴:۔ "معترض کا یہ کہنا کہ اقبال اس دور ترقی میں جنگ کا حامی ہے غلط ہے۔ میں جنگ کا حامی نہیں ہوں نہ کوئی مسلمان شریعت کے حدود معینہ کے ہوتے ہوئے اس کا حامی ہو سکتا ہے۔ قرآن کی تعلیم کی رو سے جہاد یا جنگ کی صرف دو صورتیں ہیں۔ محافظانہ اور مصلحانہ۔ پہلی صورت میں یعنی اس صورت میں جب کہ مسلمانوں پر ظلم کیا جائے اور ان کو گھروں سے نکالا جائے مسلمانوں کو تلوار اٹھانے کی اجازت ہے (نہ حکم) دوسری صورت جس میں جہاد کا حکم ہے ۹ ،۴۹ میں بیان ہوئی ہے۔ ان آیات کو غور سے پڑھئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ وہ چیز جس کو سیموئل ہور جمعیت اقوام کے اجلاس میں (LEAGUE OF NATIONS) کہتا ہے قرآن نے اس کا اصول کس سادگی اور فصاحت سے بیان کیا ہے اگر گذشتہ زمانہ کے مسلمان مدبرین اور سیاست دان قرآن پر تدبر کرتے تو اسلامی دنیا میں جمعیۃ اقوام کے بنے ہوئے آج صدیاں گذر گئی ہوتیں جمعیت اقوام جو زمانہ حال میں بنائی گئی ہے اس کی تاریخ بھی یہی ظاہر کرتی ہے کہ جب تک اقوام کی خودی قانونِ الٰہی کی پابند نہ ہو امنِ عالم کی کوئی سبیل نہیں نکل سکتی جنگ کی مذکورہ بالا دو صورتوں کے سوائے میں اور کسی جنگ کو نہیں جانتا۔ جوع الارض کی تسکین کے لئے جنگ کرنا دین اسلام میں حرام ہے۔ علیٰ ہٰذا القیاس دین کی اشاعت کے لئے تلوار اٹھانا بھی حرام ہے۔"

(مکاتیب اقبال حصہ اول صفحہ ۲۰۳، ۲۰۴ بنام مولوی ظفر احمد صاحب صدیقی)

۲۵:۔ میرے نزدیک تبلیغ اسلام کا کام اس وقت تمام کاموں پر مقدم ہے اگر ہندوستان میں مسلمانوں کا مقصد سیاسیات سے محض آزادی اور اقتصادی بہبودی ہے اور حفاظتِ اسلام اس مقصد کا عنصر نہیں ہے جیسا کہ آجکل کے قوم پرستوں کے رویہ سے معلوم ہوتا ہے تو مسلمان اپنے مقاصد میں کبھی کامیاب نہ ہوں گے۔ یہ بات میں علیٰ وجہ البصیرت کہتا ہوں اور سیاسیات حاضرہ کے تھوڑے سے تجربہ کے بعد ہندوستان کی سیاسیات کی روش جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے خود مذہب اسلام کیلئے ایک عظیم خطرہ ہے۔ میرے خیال میں شدھی کا خطرہ اس خطرے کے مقابلے میں کچھ وقعت نہیں رکھتا یا کم از کم یہ بھی شدھی ہی کی ایک غیر محسوس صورت ہے۔" (مکتوب نمبر ۱۰۶ مکاتیب اقبال حصہ اول صفحہ ۲۰۹، ۲۱۰)

۲۶:۔ تحریک احمدیت کے خلاف آپ کے آخری بیانات اس ہنگامہ سے اثر پذیری کا نتیجہ تھے جو قادیانی خلیفہ صاحب کی عنایت سے "احراری قادیانی نزاع" کے نام سے مشہور رہا تھا۔ ڈاکٹر اقبال کے ایک نیاز مند جناب سید نذیر نیازی جن کی شہادت اوپر درج کی جا چکی ہے۔ علامہ سر محمد اقبال کی آخری علالت

پر ایک مضمون لکھتے ہوئے فرماتے ہیں "قادیانی احراری نزاع سے متاثر ہو کر حضرت علامہ جن خیالات کا اظہار وقتاً فوقتاً کر چکے تھے اب انہیں کا تقاضا تھا کہ ایک مفصل بیان اس نتیجے کے متعلق شائع کریں"
(اقبال طبع جدید اقبال نمبر رسالہ "اردو" بابت اکتوبر ۱۹۳۸ء انجمن ترقی اردو حیدر آباد دکن ص ۳۱۲)

لیکن باوجود اتنی شدید مخالفت کے جب آپ کی توجہ ۱۹۱۱ء کی تقریر کی طرف مبذول کرائی جاتی ہے تو جو بیان علامہ صاحب دیتے ہیں اس میں سوچنے والوں کے لئے سبق ہے۔

قادیانی عقائد کی مخالفت مگر حضرت مرزا صاحب اور جماعت احمدیہ لاہور کی بریت

"مجھے افسوس ہے کہ میرے پاس نہ وہ تقریر اصل انگریزی میں محفوظ ہے اور نہ اس کا اردو ترجمہ جو مولانا ظفر علی خاں نے کیا تھا۔ جہاں تک مجھے یاد ہے یہ تقریر میں نے ۱۹۱۱ء یا اس سے قبل کی تھی اور مجھے یہ تسلیم کرنے میں کوئی باک نہیں کہ اب سے ربع صدی پیشتر مجھے اس تحریک سے اچھے نتائج کی امید تھی۔ ... لیکن کسی مذہبی تحریک کی اصل روح ایک دن میں نمایاں نہیں ہو جاتی۔ اچھی طرح ظاہر ہونے کے لئے برسوں چاہیئے۔ تحریک کے دو گروہوں کے باہمی نزاعات اس امر پر شاہد ہیں کہ خود ان لوگوں کو جو بانی تحریک کے ساتھ ذاتی رابطہ رکھتے تھے معلوم نہ تھا کہ تحریک آگے چل کر کس راستہ پر پڑ جائے گی۔ ذاتی طور پر میں اس تحریک سے اس وقت بیزار ہوا تھا جب ایک نئی نبوت بانی اسلام کی نبوت سے اعلیٰ تر نبوت کا دعویٰ کیا گیا اور تمام مسلمانوں کو کافر قرار دیا گیا بعد میں یہ بیزاری بغاوت کی حد تک پہونچ گئی" (حرف اقبال ص ۱۲۳، ۱۲۴)

اس بیان سے بھی تو حضرت مرزا غلام احمد رحمۃ اللہ علیہ بری الذمہ ہو گئے کیونکہ آپ کی وفات تو ۱۹۰۸ء میں ہو گئی تھی بلکہ یہ بیان تو ان لوگوں کے خلاف ہے جو بانی اسلام کی نبوت سے اعلیٰ تر نبوت کو حضرت مرزا صاحب کی طرف منسوب کرتے ہیں کیونکہ جو بیان علیگڑھ کالج میں ۱۹۱۱ء میں تحریک احمدیت کے حق میں علامہ سر محمد اقبال صاحب نے دیا تھا وہ بھی حضرت مرزا صاحب کی وفات کے بعد تھا۔ اور جماعت احمدیہ میں تکفیر المسلمین کے مسئلہ پر جو اختلاف رونما ہوا وہ بھی ۱۹۱۴ء میں حضرت مرزا صاحب کی وفات کے چھ سال بعد ہوا۔ تو یہ سارے کے سارے غلط عقائد خلیفہ صاحب قادیان حضرت مرزا

کی وفات کے بعد بنائے — جن کا حضرت مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عقائد سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے بلکہ آپ کی ساری زندگی ان غلط عقائد کے خلاف جہاد کرتے گذری ہے۔ علامہ سر محمد اقبال صاحب کے مذکورہ بالا بیانات سے قارئین پر اچھی طرح واضح ہوگیا ہوگا کہ جناب میاں محمود احمد صاحب خلیفہ جماعت قادیان کے علم تکفیر بلند کرنے سے قبل علامہ صاحب کے خیالات تحریک احمدیت اور بانی سلسلۂ احمدیہ کے متعلق بہت ہی اچھے تھے اور ڈاکٹر صاحب حضرت مرزا صاحب اور تحریک احمدیت سے کس قدر متاثر تھے لیکن سیاسی ہوا کا رخ بدلنے پر اور سیاسی رستہ کشی کا کہ علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال جیسی شخصیت بھی "احراری ہنگامہ" سے متاثر ہو کر جماعتِ احمدیہ اور بانی سلسلۂ احمدیہ کے متعلق ایسے مخالفانہ بیانات شائع کرنے پر آمادہ ہوگئے حالانکہ نہ صرف آپ کی مندرجہ بالا تحریری سے واضح ہو جاتا ہے بلکہ تمام اہل علم جانتے ہیں کہ علامہ صاحب ذاتی طور پر جماعتِ احمدیہ سے اس وقت بیزار ہوئے جب حضرت مولانا نورالدین صاحب نے وفات پائی تو ۱۹۱۴ء میں جناب میاں محمود احمد صاحب خلیفہ جماعتِ قادیان نے حضرت مرزا صاحب کی طرف دعویٰ نبوت منسوب کرکے آپ کی بیعت نہ کرنے والوں کو کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج قرار دیا۔ جس کی وجہ سے جماعتِ احمدیہ دو حصوں میں تقسیم ہوگئی۔

اس سے پہلے تو علامہ سر محمد اقبال صاحب نہ صرف حضرت مرزا صاحب اور تحریک احمدیت کے مداحین میں سے تھے بلکہ اپنے بڑے بھائی شیخ عطا محمد صاحب کی طرح باقاعدہ حضرت مرزا صاحب کی بیعت میں داخل ہو چکے تھے۔ یہ تمام بیانات پڑھ کر ہر انصاف پسند اور خدا ترس انسان معلوم کرسکتا ہے کہ جب تک جماعتِ احمدیہ میں تکفیر المسلمین کے مسئلہ میں اختلاف نہیں ہوا اس وقت تک علامہ صاحب نے تحریک احمدیت کی کبھی مخالفت نہیں کی۔ علاوہ ازیں اس بات سے بھی کسی کو انکار نہیں کہ باوجود اتنی شدید مخالفت کرنے کے پھر بھی علامہ سر محمد اقبال صاحب نے احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور کے معزز اراکین سے اپنے دوستانہ مراسم اور ذاتی تعلقات کو بالکل نہیں چھوڑا بلکہ جب بھی احمدیوں کے خلاف کوئی بات ہوئی تو انھوں نے واشگاف الفاظ میں کہا کہ میرا روئے سخن حضرت مرزا صاحب کی طرف تھا اور نہ ہی جماعتِ احمدیہ لاہور کی طرف۔ آپ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں جماعتِ احمدیہ کے معزز ممبران کے متعلق جو شہادت دی اُس میں عقلمندوں کے لئے ایک سبق ہے۔ "میرے نزدیک لاہور کی جماعت میں بہت سے ایسے افراد ہیں جن کو میں غیرت مند مسلمان جانتا ہوں اور ان کی اشاعتِ اسلام کی مساعی میں ان کا ہمدرد ہوں۔ اشاعتِ اسلام کا جوش جو ان کی جماعت میں پایا جاتا ہے قابلِ قدر ہے"

اِن الفاظ میں ہر اس انسان کیلئے غور کرنے کا مقام ہے جو علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب سے محبت کرتا ہے اور ہر سال اس کا دن (یومِ اقبال) منانے میں شریک ہوتا ہے۔ علامہ سر محمد اقبال تو جماعتِ احمدیہ لاہور کے اکثر افراد کو "غیرت مند مسلمان" "اشاعتِ اسلام کا جوش رکھنے والے" اور ان سے اپنی ہمدردی کا اظہار کریں اور جو ان کے محب ہوں وہ جماعتِ احمدیہ لاہور کو اچھا نہ سمجھیں۔ کیا اس عظیم انسان سے یہی محبت ہے۔ علامہ صاحب نے نہ صرف جماعتِ احمدیہ لاہور کے اکثر افراد کو اعلیٰ درجہ کا مسلمان سمجھا ہے بلکہ آپ کی جتنی تصانیف اور تحریرات ہیں خواہ وہ نثر میں ہوں یا نظم میں اردو میں ہوں یا فارسی میں ان میں قارئین کرام کو حضرت مرزا صاحب کے ہی علم و فکر کا رنگ جھلکتا نظر آئے گا۔ ڈاکٹر صاحب کے مندرجہ ذیل اشعار سے ہر انسان اندازہ کر سکتا ہے۔

اقبال کے اشعار میں احمدیت کا رنگ

۱۔ خدا تعالیٰ سے ہمکلامی کے متعلق فرماتے ہیں۔

مثلِ کلیم ہو اگر معرکہ آزما کوئی — اب بھی درختِ طور سے آتی ہے بانگِ لاتخف
ترے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزولِ کتاب — گرہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحبِ کشاف
بہ جبریلِ امیں ہم داستانم — رقیب و قاصد و درباں نہ دانم

میں جبرئیلِ امین سے ہمکلام رہتا ہوں اور اس میدان میں مجھے کسی رقیب، پیامبر اور درباں سے واسطہ نہیں پڑتا۔

ازاں معنی کہ چوں شبنم بجانِ من فرو ریزی — جہانِ تازہ پیدا کردہ ام عرضِ فغانِ را

اے خدا جو حقائق تو شبنم کی طرح میری روح پر نازل کرتا ہے میں نے ان کی مدد سے آہ و فغاں کے لئے ایک نیا جہان بنایا ہے۔

اگر کوئی شعیب آئے میسر — شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

۲۔ علامہ صاحب اور ان کے متبعین نبی اور پیغمبر، جزو نبوت وغیرہ کے الفاظ استعمال کرنا جائز سمجھتے تھے

میں کشورِ شعر کا نبی ہوں گویا — جاری ہے میرے لب پہ کلامِ حالی
شعر را مقصود اگر آدم گری است — شاعری ہم وارثِ پیغمبری است

"میں نے مجدد اور اسی طرح "پیغمبر" کا لفظ جہاں کہیں بھی علامہ کے لیے لکھا ہے وہاں ان الفاظ سے شرعی اصطلاح مراد نہیں لی بلکہ اُن الفاظ کو اُن کے لغوی معنی میں استعمال کیا ہے" (سیرتِ اقبال صفحہ ۲۱ مصنفہ مولوی محمد طاہر فاروقی)

شارح اقبال جناب ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم صاحب نے علامہ صاحب کی تعریف میں ایک نظم لکھی ہے اس میں لکھتے ہیں۔

یہ شعر ہے کہتے ہیں جسے جزوِ نبوت — یہ شعر ہے شاگردیٔ رحمان کی آیت
یہ شعر حقیقت میں ہے پروردۂ الہام — نعمت ہے بہت خاص مگر فیض بہت عام
جس کا ہو کلام ایسا کلیم اسکو میں کہتے — حکمت سے ہے بہریز حکیم اس کو ہیں کہتے (ذکر اقبال ص)

۱۳۔ وہ مومن ہی نہیں جو صاحبِ لولاک نہیں ہے۔

عالم ہے فقط مومنِ جانباز کی میراث — مومن نہیں جو صاحبِ لولاک نہیں ہے
جہاں تمام ہے میراث مردِ مومن کی — میرے کلام پہ حجت ہے نکتۂ لولاک
تیرے صید زبوں افرشتہ و حور — کہ شاہینِ شہِ لولاک ہے تو

۱۴۔ علامہ صاحب کا عقیدہ ہے کہ مردِ مومن؛ ابراہیمؑ، موسیٰؑ، عیسیٰؑ، محمدؐ، قرآن اور کتاب ہوتا ہے۔

یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن — قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن
صنم کدہ ہے جہاں اور مردِ حق ہے خلیل — یہ نکتہ وہ ہے کہ پوشیدہ لاالٰہ میں ہے (بالِ جبریل)
مردِ حق از آسماں افتد چو برق — ہیزم او شہر و دشت غرب و شرق

مردِ مومن بجلی کی طرح آسمان سے گرتا ہے اور اس کا ایندھن مشرق و مغرب کے شہر اور جنگل ہوتے ہیں۔

ما ہنوز اندر ظلامِ کائنات — او شریکِ اہتمامِ کائنات

ہم ابھی کائنات کی تاریکیوں میں ہیں اور وہ کائنات کے نظم و نسق میں شریک ہوتا ہے۔

او کلیم و او مسیح و او خلیل — او محمدؐ او کتاب او جبرئیل (جاوید نامہ)

وہ موسیٰ اور عیسیٰ اور ابراہیم ہوتا ہے، وہ محمدؐ وہ قرآن وہ جبرئیل ہوتا ہے۔

ان فارسی اشعار کی تشریح شارحِ اقبال جناب پروفیسر یوسف سلیم چشتی صاحب اس طرح کرتے ہیں

"واضح ہو کہ آٹھویں، نویں اور دسویں بند میں اقبال نے نوجوانوں کو جو نصیحتیں کی ہیں ان کا

لُبِ لباب یہ ہے کہ اے نوجوانو! اپنے اندر شانِ فقر پیدا کرو لیکن شانِ فقر صحبتِ مرشد کے بغیر پیدا نہیں ہو سکتی (صحابہ کرام کی زندگیاں اس دعویٰ پر شاہد عادل ہیں) اس لئے وہ مرشدِ کامل (مردِ حق) کی صفت بیان کرتے ہیں۔

اے مخاطب! مردِ حق (انسانِ کامل) کا ظہور حق کی مشیت کے مطابق ہوتا ہے وہ آسمان سے آتا ہے) جب حق تعالیٰ چاہتا ہے تو اپنے بندوں کی اصلاح کے لئے کسی نیک بندے کو (جس میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات ظلی طور پر منعکس ہوتی ہیں) مامور فرما دیتا ہے اور وہ مردِ مومن (مرشد کامل) باطل کو فنا کر دیتا ہے اس کی صفات حسب ذیل ہیں۔

(ا) "ہم لوگ تو کائنات کی اندھیریوں میں عاملک ٹوئیاں مار رہے ہیں یعنی ہم تو زمان و مکان کی قید میں ہیں یا محکوم کائنات ہیں اور وہ کائنات کے انصرام و اہتمام میں مصروف رہتا۔ ہے یعنی وہ حاکم کائنات ہوتا ہے۔ "واضح ہو کہ شریکِ اہتمام کائنات" سے اقبال کی مراد ہے وہ شخص جس سے امور تکوینی متعلق ہوتے ہیں (جس طرح امور تشریعی انبیاء سے متعلق ہوتے ہیں) چنانچہ سورہ کہف میں عبدٌ من عبادنا سے اسی بلند پایہ ہستی کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

(ب) وہ کلیم مسیح خلیل و محمد صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین کے روحانی کمالات کا وارث ہوتا ہے اس میں انبیاء کی صفات کا عکس جلوہ گر ہوتا ہے وہ بالقوہ نبی ہوتا ہے مگر بالفعل نبی اس لئے نہیں ہوتا کہ نبوت ختم ہو چکی ہے (اس نکتہ کی وضاحت حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اپنے مکتوبات میں فرما دی ہے)

(ج) اس کی ذات سے تمام اہلِ دل (اولیاء اللہ) روحانی فیض حاصل کرتے ہیں۔

(د) وہ سب سے پہلے بنی آدم کا تزکیۂ نفوس کرتا ہے اور عشق الٰہی کی آگ دلوں میں بھڑکاتا ہے پھر سلطانی (حکمرانی) کا طریقہ سکھاتا ہے (شرح جاوید نامہ از یوسف سلیم چشتی صفحہ ۱۱۹۸/۹۹ شائع کردہ عشرت پبلشنگ ہاؤس انار کلی لاہور)

۵:۔ علامہ سر محمد اقبال صاحب معراج کے متعلق لکھتے ہیں۔

جھکا کے عرش پہ رکھا ہے تو نے اے واعظ — خدا وہ کیا ہے جو بندوں پہ احتراز کرے

۶:۔ مہدی اور مسیح کی آمد کے متعلق فرماتے ہیں۔

منارِ دل پہ اپنے خدا کا نزول دیکھ — اور انتظار مہدی و عیسیٰ بھی چھوڑ دے

ابنِ مریم مرگیا یا زندۂ جاوید ہے | ہیں صفاتِ ذاتِ حق حق سے جدا یا عینِ ذات
آنے والے سے مسیحِ ناصری مقصود ہے | یا مجدد جس میں ہوں فرزندِ مریم کے صفات
کیا مسلماں کے لئے کافی نہیں اس دور میں | الٰہیات کے ترشے ہوئے لات و منات

(ارمغانِ حجاز)

ہندوستان کے انگریز حکمرانوں کی تعریف میں اقبال کے اشعار اور نظمیں

ملکہ وکٹوریہ کی وفات پر علامہ ڈاکٹر سید محمد اقبال صاحب نے (اشکِ خون) دس صفحات کا مرثیہ لکھا اس میں لکھتے ہیں.

میت اٹھی ہے شاہ کی تعظیم کے لئے | اقبال اڑ کے خاکِ سرِ رہگذر ہوا

ملکہ وکٹوریہ کا انتقال ۲۲ جنوری ۱۹۰۱ء کو ہوا. اتفاق سے اس روز عید الفطر تھی اس لئے ڈاکٹر صاحب نے لکھا.

آئی اِدھر نشاط اُدھر غم بھی آ گیا | کل عید تھی تو آج محرم بھی آ گیا (باقیاتِ اقبال ص۷۱)
کہتے ہیں آج عید ہوئی ہے ہوا کرے | اِس عید سے تو موت ہی آئے خدا کرے
اس روز رنج و غم سے تو آساں تھی یہی | محشر کی صبح ہو نہ گئی آشکار آج (باقیاتِ اقبال ص۷۹)
دل کا تو ذکر کیا ہے کہ دل کا قرار بھی | سیماب کی طرح سے ہوا بے قرار آج
مثلِ سموم تھی یہ خبر کس کی موت کی | گلزارِ دل میں آ کے لگے غم کے خار آج
اقلیم دل کی آہ شہنشاہ چل بسی | ماتم کدہ بنا ہے دلِ داغدار بھی (باقیاتِ اقبال صفحہ ۷۹، ۸۰)
اے ہند تیری چاہنے والی گذر گئی | غم میں تری کراہنے والی گذر گئی
درد اجل کی تاک بھی کیسی غضب کی تھی | انگشتری جو دل کے نگینے کی تھی گئی
اے ہند تیرے سر سے اٹھا سایہ خدا | اک غمگسار تیرے مکینوں کی تھی گئی (باقیاتِ اقبال صفحہ ۸۰، ۸۱)
لکھتا ہوں شعر دیدۂ خوں بار سے مگر | کاغذ کو رشکِ باغِ گلستاں کئے ہوئے
برطانیہ تو آج گلے مل کے ہم سے رو | سامان بحر ریزیٔ طوفاں لئے ہوئے (باقیاتِ اقبال صفحہ ۸۵، ۸۶)

شہرہ ہوا جہاں میں کسی کی وفات کا
ہے سر ورق سیاہ بیاضِ حیات کا (صہ ۸۸)

دُر تھی جن کی شان سے ہیروں کی آبرو
وہ آج کر گئے ہیں جہاں سے سفر کہیں

اے کوہِ نور تونے تو دیکھے ہیں تاجور
دیکھا ہے اس طرح کا کوئی تاجور کہیں

دیتے ہیں تجھ کو دامنِ کہسار کی قسم
اس شان کا ملا ہے تجھے دادگر کہیں

بن کر چراغ سارے زمانے میں ڈھونڈھنا
کمنا ہیں بھی ایسا جو آئے نظر کہیں

تو کیا کسی پہ گوہرِ جاں تک نثار تھے
پیدا جہاں میں ہوتے ہیں ایسے بشر کہیں

ہلتا ہے جس سے عرش یہ رونا اسی کا ہے
زینت تھی جس سے تجھ کو جنازہ اسی کا ہے (باقیاتِ اقبال صہ ۸۹، ۹۰)

جس کا دلوں پہ راج ہو مرتا نہیں کبھی
صدیاں ہزار گردشِ دوراں گذار دے

وکٹوریہ نمرد کہ نامِ نکو گذاشت
ہے زندگی یہی جسے پروردگار دے

مرحوم کے نصیب ثوابِ جزیل ہو
ہاتھوں میں اپنے دامنِ صبرِ جمیل ہو

انجمن حمایتِ اسلام کے جلسہ ۱۹۰۲ء میں ہز آنر سر میکورتھ ینگ لفٹننٹ گورنر پنجاب اور ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم پنجاب ڈبلیو بل تشریف لائے تو ڈاکٹر سر محمد اقبال مرحوم نے اس موقعہ پر خیر مقدم کی نظم پڑھی جس کے چند اشعار ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

خوشا نصیب وہ گوہر ہے آج زینتِ بزم
کہ جس کی شان سے ہے آبروئے تاج و سریر

وہ کون زیب دہِ تختِ صوبۂ پنجاب
کہ جسکے ہاتھ نے کی تعمیرِ عدل کی تعمیر (باقیاتِ اقبال صہ ۹۰)

جو بزم اپنی ہے طاقت کے رنگ میں رنگین
تو درس گاہِ رموزِ وفا کی ہے تفسیر

اسی اصول کو ہم کیمیا سمجھتے ہیں
نہیں ہے غیرِ جہان میں اکسیر

دسمبر ۱۹۱۱ء میں شہنشاہ جارج پنجم کی تاجپوشی کے موقعہ پر یادگار کے طور پر "ہمارا تاجدار" نظم لکھ کر پڑھی۔

ہمائے اوجِ سعادت ہو آشکار اپنا
کہ تاجپوشی ہوا آج تاجدار اپنا

اسی کے دم سے ہے عزت ہماری قوموں میں
اسی کے نام سے قائم ہے اعتبار اپنا

اسی سے عہدِ وفا ہندیوں نے باندھا ہے
اسی کے خاکِ قدم پر ہے دل نثار اپنا

(باقیاتِ اقبال صہ ۲۰۶ بحوالہ مخزن جنوری ۱۹۱۲ء)

جنگ عظیم کے دوران سر مائیکل اڈوائر گورنر پنجاب کی فرمائش پر ایک نظم لکھی جو ۱۹۱۸ء کے ایک مشاعرہ میں پڑھی گئی جس کے چند شعر ملاحظہ ہوں۔

"اعلیٰحضرت ملک معظم کے پیغام میں ہندوستان کا جواب"

اے تاجدار خطۂ جنت نشان ہند
روشن تجلیوں سے تری خاوران ہند

محکم ترے قلم سے نظام جہانِ ہند
تیغ جگر شگاف تری پاسبانِ ہند

ہنگامۂ وغا میں میرا سر قبول ہو
اہلِ وفا کی نذر محقّر قبول ہو

تلوار تیری دہر میں نقادِ خیر و شر
بہروز، جنگ توز، جگر سوز، سینہ در

رایت تری سپاہ کا سرمایۂ ظفر
آزادہ، پر کشادہ، پری زاد، یم سپر

سطوت سے تیری پختہ جہاں کا نظام ہے
ذرّے کا آفتاب سے اونچا مقام ہے

آزادیٔ زبان و قلم ہے اگر یہاں
سامانِ صلحِ دیر و حرم ہے اگر یہاں

تہذیب کاروبارِ امم ہے اگر یہاں
خنجر میں تاب تیغ میں دم ہے اگر یہاں

جو کچھ بھی ہے عطائے شہ محترم سے ہے
آباد یہ دیار ترے دم قدم سے ہے

وقت آگیا کہ گرم ہو میدانِ کارزار
پنجاب ہے مخاطب پیغامِ شہریار

اہلِ وفا کے جوہرِ پنہاں ہوں آشکار
معمور ہو سپاہ سے پہنائے رزمگار

تاجر کا زر ہو اور سپاہی کا زور ہو
غالب جہاں میں سطوتِ شاہی کا زور ہو

دیکھے ہیں میں نے سینکڑوں ہنگامۂ نبرد
صدیوں رہا ہوں میں اسی وادی کا رہ نورد

طفلِ صغیر بھی میرے جنگ گاہ میں مرد
ہوتے ہیں انکے سامنے شیروں کے رنگ زرد

میں نخل ہوں وفا کا محبت ہے پھل مرا
اس قول پر ہے شاہدِ عادل عمل مرا

ہندوستاں کی تیغ ہے فتاحِ ہشت باب
خونخوار، لالہ بار، جگر دار، برق تاب

بے باک، تابناک، گہر پاک، بے حجاب
دلبند، ارجمند، سحر خند، سیم ناب

یہ تیغ دلنواز اگر بے نیام ہو
دشمن کا سر ہو اور نہ سودائے خام ہو

اہلِ وفا کا کام ہے دنیا میں سوز و ساز
بے نور ہے وہ شمع جو ہوتی نہیں گداز

ہر ذرے میں موت کے ہے نہاں زندگی کا راز
سرمایۂ حقیقتِ کبریٰ ہے یہ مجاز

مجھو تو موت ایک مقامِ حیات ہے ‏ ‏ ‏ ‏ قوموں کے واسطے یہ پیامِ حیات ہے
اخلاص بے غرض ہے صداقت بھی بے غرض ‏ ‏ ‏ ‏ خدمت بھی بے غرض ہے عقیدت بھی بے غرض
عہد وفا و مہر و محبت بھی بے غرض ‏ ‏ ‏ ‏ تختِ شہنشہی سے عقیدت بھی بے غرض
لیکن خیالِ فطرتِ انساں ضرور ہے ‏ ‏ ‏ ‏ ہندوستاں پہ لطفِ نمایاں ضرور ہے

* اخبار حق" رسالہ "زمانہ" کانپور اور "ہندوستان اور جنگ عالمگیر مصنفہ کے ایل رلیارام نے اسے شائع کیا۔ پھر (باقیاتِ اقبال صفحہ ۲۱۶ تا ۲۱۹) میں شائع ہوئی اور سب سے پہلے علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب نے اسے پنجاب یونیورسٹی ہال لاہور میں ترنم سے پڑھ کر سنایا۔

صرف نظم ہی میں نہیں نثر میں بھی علامہ مرحوم نے انگریز قوم کی تعریف کی ہے جیسا کہ وہ لکھتے ہیں

"ہم میں سے بہت سے لوگوں کا اور میرا خود بھی یہی خیال ہے کہ انگلستان اس وقت اس مقصد کے حصول کے لیے تمام بنی نوع انساں کی قیادت کرنے کی اہمیت رکھتا ہے۔ وہاں کے لوگوں کی سوجھ بوجھ، ان کا انسانی فطرت کے گہرے مطالعے پر مبنی سیاسی شعور، ان کی متانت مستقل مزاجی۔ متمدن لوازم میں دوسروں پر ان کی اخلاقی برتری۔ مادی ذرائع پر ان کا حیرت انگیز انضباط، انسانی فلاح و بہبود کے لیے بہت سی تحریکوں کا وجود اور زندگی کے ہر شعبہ میں ان کی تنظیم۔ یہ تمام باتیں ایسی ہیں کہ کوئی غیر ملکی ان کی تعریف کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔"

(حرف اقبال صفحہ ۱۹۶) سنہ ۱۹۳۰ء

سرکار انگلشیہ کی مدح سرائی میں شاید علامہ اقبال مرحوم کو آخری وقت میں افسوس تھا۔

"حضرت علامہ نے فرمایا غالب واقعی بہت بڑا شاعر تھا لیکن محض پنشن میں اضافے کے خیال سے سرکار انگلشیہ کی مدح میں قصائد لکھنا بڑے افسوس کی بات ہے۔ غالب کی اس روش سے بڑا دکھ ہوتا ہے" پھر فرمایا۔ " غالب کا کلام دراصل فارسی ہی میں ہے۔ غالب کا فارسی کلام پڑھیے اور ضرور پڑھیے۔ غالب کا فارسی کلام بڑی چیز ہے:

پھر ارشاد ہوا "غلامی بہت بڑی لعنت ہے۔ غلامی زبان سے وہ کچھ بھی کہلوا دیتی ہے جو انسان نہیں کہنا چاہتا دانستہ اور نادانستہ بھی۔" حضرت علامہ کو شاید افسوس تھا کہ خود ان کی زبان سے بھی تو ایسے اشعار نکل چکے ہیں جن میں سرکارِ انگلشیہ کی مدح سرائی کی گئی ہے

یہ مجبوری تھی یا معذوری جو کچھ بھی تھا ہونا نہیں چاہیے تھا۔ حضرت علامہ شاید اسی خیال سے خاموش ہو گئے۔ ہم بھی خاموش تھے۔" (از سید نذیر نیازی)

(اقبال کے حضور نشستیں اور گفتگوئیں حصہ اول صفحہ ۲۸ ۶ مارچ ۱۹۳۸ء)

حرفِ آخر

علامہ مرحوم لکھتے ہیں۔

"ایک دفعہ کسی روحانی جذبہ کے زیر اثر آپ نے اپنے اصحاب میں سے ایک کو فرمایا "جاؤ اور لوگوں سے کہہ دو کہ جس شخص نے ایک دفعہ بھی زندگی میں اپنی زبان سے لا الٰہ الا اللہ کہہ دیا وہ سمجھے کہ جنت میں داخل ہو گیا"۔ رسالت مآب نے کلمۂ توحید کے دوسرے جزو یعنی محمد رسول اللہ کو جس کے اقرار کے بغیر مسلمان مسلمان نہیں ہو سکتا دانستہ ذکر نہ فرمایا اور اقرارِ توحید ہی کو کافی سمجھا"

(خلافتِ اسلامیہ مصنفہ علامہ سر محمد اقبال صفحہ ۱۰۹)

سب سے آخر میں آپ کے اس مضمون میں سے جو احمدیت کے خلاف معرکۃ الآرا سمجھا گیا ایک اقتباس لکھ کر علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال مرحوم کے متعلق اس مضمون کو ختم کرتا ہوں اور وہ یہ ہے۔

"جب تک کوئی شخص اسلام کے دو بنیادی اصولوں پر ایمان رکھتا ہے یعنی توحید اور ختم نبوت تو اس کو ایک راسخ العقیدہ مُلّا بھی اسلام کے دائرہ سے خارج نہیں کر سکتا۔ خواہ فقہ اور آیاتِ قرآنی کی تلاوت میں وہ کتنی ہی غلطیاں کرے"۔

(حرفِ اقبال، خطبات، تقاریر، بیانات صفحہ ۱۵۲ مرتبہ لطیف احمد شروانی ایم۔اے)

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے متعلق حضرت مرزا غلام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور جماعتِ احمدیہ لاہور کے ممبران کا یہی عقیدہ تھا جیسا کہ حضرت مرزا صاحب لکھتے ہیں۔

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا قائل اور یقین کامل سے جانتا ہوں اور اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور آنجناب کے بعد اس امت کے لئے کوئی نبی نہیں آئے گا۔ نیا ہو یا پرانا ہو" (نشانِ آسمانی صفحہ ۲۸)

۲:- "اس عاجز نے ان موجودہ علماء کے مقابل پر .... کئی مرتبہ خدا تعالیٰ کی قسمیں کھا کر کہا کہ میں کسی نبوت کا مدعی نہیں مگر پھر بھی یہ لوگ تکفیر سے باز نہیں آتے۔"

(مکتوب بنام مولوی احمد اللہ امرتسری الحکم ۲۷ر جنوری ۱۹۰۲ء)

۳:- "اللہ وہ ذات ہے جو رب العالمین ہے اور رحمٰن اور رحیم ہے جس نے زمین اور آسمان کو چھ دن میں بنایا۔ اور آدم کو پیدا کیا اور رسول بھیجے اور کتابیں بھیجیں اور سب کے آخر حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا جو خاتم الانبیاء اور خیر الرسل ہے۔"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۱)

۴:- "اگر خدا تعالیٰ کی تمام کتابوں کو غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ تمام نبی یہی سکھلاتے آئے ہیں کہ خدا تعالیٰ کو واحد لاشریک مانو اور ساتھ اس کے ہماری رسالت پر بھی ایمان لاؤ۔ اسی وجہ سے اسلامی تعلیم کا ان دو فقروں میں خلاصہ تمام امت کو سکھلایا گیا کہ "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۱۱)



• ناشر :- احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام بمبئی

• اشاعت :- دسمبر ۱۹۸۸ء

• تعداد :- ایک ہزار / ۱۰۰۰

• طباعت :- اشوک پرنٹنگ پریس
۲۰۱ کھیت واڑی مین روڈ بمبئی ۴۰۰۰۰۴

• کتابت :- ایم عباس قاسمی جلالپوری